سفر نامہ منشی امین چند...... تحقیق و تجزیہ

ڈاکٹر نسیمہ رحمان، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Twentieth century has highlighted the importance of travelogue. In fact, Lahore has played basic role in it. Travelogue has immense importance in the evolution of Urdu prose in Lahore which appeared as basic educational and literary reference. "Safar Nama Munshi Ameen Chand" is the first vernacular travelogue which was written in the beginning of the 2nd half of 19th century. In this travelogue valuable information about social life, history and geography of several cities of sub-continent has reached us in beautiful diction. Being the basic model of Lahore's educational and literary prose, the study of this informational travelogue is not void of interest.

بیسویں صدی میں لاہور کی اُردو نثر میں فکشن کے بالمقابل جس نثری صنف نے مقبولیت حاصل کی وہ اُردو سفر نامہ کی صنف ہے جسے اس کی ہیئت کے تنوع اور مصنف کے داخلی اور خارجی احساسات، انداز بیان اور اسلوب بیان نے ادبی صنف کا درجہ دے رکھا ہے لیکن درحقیقت یہی وہ نثری صنف ہے جس سے لاہور کی ادبی نثر کا آغاز ہوتا ہے۔ انیسویں صدی کے نصف دوم کے آغاز میں جو اخبارات اور نثری کتب نظر آتی ہیں وہ زیادہ تر دفتری اور سرکاری نوعیت کی ہیں۔ چنانچہ لاہور میں اُردو نثر کے ارتقا کا آغاز ادبی حوالے سے سفر نامہ کی صنف سے ہوا۔ انگریزوں کی آمد کے بعد انیسویں صدی میں ذرائع آمدورفت کی سہولتوں نے اس صنف کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ جس سے لوگوں میں سفر کا شوق اور جذبہ پیدا ہوا اور پھر یہی شوق اور جذبہ سفر کے تاثرات اور مشاہدات کو سفر نامے کی شکل میں مرتب کرنے کا محرک بھی بنا۔ اُردو سفر نامے نے اُردو نثر کو عوام سے قریب کرنے میں نہ صرف معاونت کی بلکہ اُردو نثر کے ارتقا میں بھی فعال کردار ادا کیا۔ چنانچہ ہم اُردو سفر ناموں کو عمومی طور پر چار بڑی اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اوّل: یورپ کے سفر نامے، دوم: مذہبی سفر نامے، سوم: مشرقی ممالک کے سفر نامے، چہارم: مقامی سفر نامے۔

انیسویں صدی کے نصف دوم کی ابتدا ہی سے اُردو نثر میں ایک مقامی سفر نامہ ''سفر نامہ منشی امین چند'' کے نام سے لکھا گیا جو مصنف منشی امین چند[1] کے گہرے مشاہدے اور مطالعے کا نتیجہ ہے۔ منشی امین چند پنجاب کے رہنے والے اور لاہور میں ٹیکس کلکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ انہوں نے ڈپٹی جوڈیشل کمشنر رابرٹ کسٹ (Robert Cust)

کے ہمراہ ۱۸۵۰ء تا ۱۸۵۳ء میں ہندوستان کے مختلف شہروں (پنجاب، کشمیر، سندھ، دکن کے بعض علاقے خاندیس، مالوہ اور راجپوتانہ) کی سیاحت کی اور اپنے سفر کے حالات کو سفر نامہ کی صورت میں قلمبند کیا۔ انگریزی میں اس کا نام Travel in the Punjab ۲ ہے۔ سفر نامہ کا دیباچہ رابرٹ کسٹ نے لکھا نیز اس کی اشاعت میں بھی امین چند کی معاونت کی۔ دیباچہ پڑھنے سے اس سفر نامہ کو لکھنے کا مدعا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد طلباء کو ہندوستان کے مختلف مقامات اور عمارات کے کوائف کو اچھی طرح ذہن نشین کرانا تھا۔ رابرٹ کسٹ دیباچہ میں لکھتا ہے:

> ''(لڑکوں) کو خود انہی کے ملک کی تاریخ اور جغرافیہ پڑھانا چاہیے۔ انہیں دہلی اور بنارس جیسے شہروں، ہمالیہ اور وندھیا جیسے پہاڑوں اور گنگا اور جمنا جیسے دریاؤں کا علم ہونا چاہیے اور پھر دُنیا کے کسی ملک میں ایسے قدیم اور عظیم الشان شہر ہوں گے۔ ایسے پرشکوہ دریا اور ایسے شاندار پہاڑ ہونگے۔'' ۳

تاریخ اور جغرافیہ کی کتب عام طور پر حفظ تو کر لی جاتیں لیکن ان سے پورے طور پر استفادہ نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سفر نامہ کے ذریعے تاریخ اور جغرافیے سے مکمل استفادے کو ممکن بنایا گیا۔ اس لحاظ سے ''سفر نامہ منشی امین چند'' بھی ایک نصابی کتاب کا درجہ رکھتا ہے۔ ''سفر نامہ منشی امین چند'' دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ و پہلی اشاعت دہلی سے ۱۸۵۴ء میں ''سفر نامہ منشی امین چند پنجاب'' ۴ کے عنوان سے ہوئی جبکہ دوسری اشاعت مع دوسرے حصے کے ۱۸۵۹ء میں مطبع کوہ نور ۵ لاہور سے ہوئی۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے توسط سے ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے علمی ذخیرہ کتب میں موجود ''سفر نامہ امین چند'' تک رسائی ہوئی جس میں سرورق سمیت آرکسٹ کے دیباچہ اور ابتدائی چار صفحات نہیں ہیں۔ قلمی روشنائی سے اس پر ''سفر نامہ پنجاب'' ۶ مصنفہ امین چند، رئیس بجواڑہ، ضلع ہوشیار پور (پنجاب) ۱۸۵۰ء تحریر ہے۔ جو درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس ضمن میں کوئی بھی مکمل حوالہ ایسا دستیاب نہیں ہوا جس سے اس کی تصدیق ہو سکے۔ ۷ اس کے دیباچہ کا ایک اقتباس اور سفر نامہ کے پہلے صفحہ کے ایک اقتباس کا حوالہ ملتا ہے۔ اولذکر کا حوالہ ڈاکٹر انور سدید کی کتاب ''اُردو ادب میں سفر نامہ'' جبکہ مؤخر الذکر کا حوالہ ڈاکٹر قدسیہ قریشی کی کتاب ''انیسویں صدی میں سفر نامہ'' اور ڈاکٹر ممتاز گوہر کی کتاب ''پنجاب میں اُردو ادب کا ارتقا'' میں ملتا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

> ''راقم کو خوبی قسمت سے بیچ سال ۱۸۵۰ء، ۱۸۵۱ء اور ۱۸۵۳ء کے ایک ایسا نیک اتفاق سفر کا ہوا کہ اس سیاحت میں بہت سا حصہ ملک ہندوستان کا دیکھا گیا۔ مثلاً تمام شمالی حصہ ہند کا تا بمبئی جانب غرب اور مشرقی حصہ تا بہ کلکتہ و جگن ناتھ اور دریائے سندھ سیر کیا گیا۔ کشمیر کے پہاڑوں سے کراچی تک اور ویسا ہی دریائے گنگا جی مقام رکھی کیش اور ہردوارے سے تا بہ کلکتہ اور وہاں سے براہ خشکی جگن ناتھ تک۔ لیکن یہ سفر خشکی اور تری کا نہ بآرادہ سرکار تھا نہ برائے کار تجارت اور نہ واسطے تیرتھ جاترا کے، بلکہ صرف بآرادہ تحصیل علم اور حصول واقفیت حال اور ملکوں کے۔ کس واسطے کہ مجھ کو سیاحی کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ عہد جلیلہ تحصیل داری کو جو

ایک ضلع پنجاب میں تحت حکومت صاحبان بورڈ پنجاب تھا۔ اپنی خوشی و رضا مندی چھوڑ کر سفر پر کمر باندھی اور جس جس ملک جانے کا اتفاق ہوا وہاں کے حالات اور مکانات عجیب وغریب کو جو قابل سیر کے تھے۔ بخوبی دل جمعی کے ساتھ دیکھا اور بھی ہر ملک کے باشندوں سے ملاقات حاصل کر کر ان کی راہ و رسم سے واقفیت حاصل کی اور جن مقامات میں گزر محال تھا ان کو بحصول چھٹیات سفارش ملاحظہ کیا۔ غرضیکہ حتی الامکان ہر ایک امر میں بہت سی تحقیقات اور تفتیش کر کر حال ہر ایک قلمبند کیا۔''[۸]

منشی امین چند کے مذکورہ بیان اور سفر نامہ کے صفحہ ۸ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سفر کا آغاز انبالہ سے یکم ستمبر ۱۸۵۰ء کو ہوا۔ چنانچہ اس سال اور اگلے دو برس بھی وہ سفر میں رہے اس لیے ممکن نہیں کہ سفر نامہ ضلع ہوشیاپور (پنجاب) سے ۱۸۵۰ء میں چھپا ہو۔ پھر یہ کہ سفر نامہ کے پہلے حصہ کی اوّلین اشاعت ہی ۱۸۵۴ء میں دہلی میں ہوتی ہے۔ البتہ ''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی'' میں ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین کے اس بیان سے جو انہوں نے ''تاریخ ادبیات گارساں دتاسی'' جلد اوّل، سے نقل کیا ہے اور امین چند کے حوالے سے ہے اس میں بھی دہلی ۱۸۵۰ء کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے گمان کیا جا سکتا ہے کہ اس سفر نامہ کا کچھ حصہ انگریزی میں ۱۸۵۰ء میں دہلی سے چھپا ہو گا۔ یہاں حواشی بعینہ درج کیا جاتا ہے۔

''امین چند۔ منشی امین چند، پنجاب کے رہنے والے اور ٹیکس کلکٹر تھے۔ ۱۸۵۰ء، ۱۸۵۱ء اور ۱۸۵۲ء میں آرکسٹ کے ساتھ جو سفر کیا تھا اُردو زبان میں اس کو ''سفر نامہ'' میں بیان کیا ہے۔ انگریزی میں اس کا نام (Travels in Punjab) ہے۔ مطبوعہ دہلی ۱۸۵۰ء لاہور ۱۸۵۹ء۔''[۹]

مذکورہ اقتباس سے محض ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے بتائے ہوئے سن کی تو تصدیق ہوتی ہے لیکن دیگر کوائف کے حوالے سے کوئی ایسا ثبوت سامنے نہیں آتا جس سے ''رئیس بجواڑہ، ضلع ہوشیار پور (پنجاب) ۱۸۵۰ء'' کے حوالہ کی مکمل تائید ہو سکے۔ پھر گارساں دتاسی کا اپنی تاریخ ادبیات میں سفر نامہ امین کی بابت مطبوعہ دہلی ۱۸۵۰ء لکھنا بھی سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ وہ اپنے خطبات اور مقالات میں کہیں بھی ۱۸۵۰ء کے سن کے حوالے سے سفر نامہ امین چند کا ذکر نہیں کرتے البتہ اس کا اوّلین ذکر دتاسی اپنے پانچویں خطبہ ۴ دسمبر ۱۸۵۴ء میں کرتا ہے۔ لہٰذا اغلب ہے کہ ۱۸۵۰ء میں یہ سفر نامہ کا کچھ حصہ انگریزی میں ہی چھپا ہو گا اور اُردو نثر میں دہلی سے ۱۸۵۴ء میں شائع ہوا اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کا ذکر پہلی بار گارساں دتاسی کے پانچویں خطبہ ۱۸۵۴ء میں ملتا ہے۔[۱۰] ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین ''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی'' میں دتاسی کی اُردو خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے تبصروں کا ذکر کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ دتاسی نے ''سفر نامہ منشی امین چند پنجاب'' مطبوعہ دہلی ۱۸۵۴ء پر ۱۸۵۶ء میں پیرس میں تبصرہ بھی کیا۔[۱۱] چنانچہ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر نامہ امین چند کے حصہ اوّل کی پہلی اُردو اشاعت ۱۸۵۴ء ہو گی جو تبصرہ کرتے وقت گارساں دتاسی کے پیش نظر رہی۔

سفر نامہ منشی امین چند کے سفر کی مدت کے ضمن میں بھی متضاد آراء ملتی ہیں ڈاکٹر قدسیہ قریشی اسے ۱۸۵۰ء

سے ۱۸۵۴ء تک کا عرصہ بتاتی ہیں۔ سفرنامہ سے اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔ ''راقم کو خوبی قسمت سے پنچ سال ۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۱ء اور ۱۸۵۴ء کی ایسا نیک اتفاق سفر کا ہوا .....'' ۱۲؎ ڈاکٹر ممتاز گوہر نے سفرنامہ امین چند سے جو اقتباس پیش کیا ہے اس میں ۱۸۵۰ء، ۱۸۵۱ء، ۱۸۵۳ء کے سال تحریر ہیں۔ ''راقم کو خوبی قسمت سے پنچ سال ۱۸۵۰ء، ۱۸۵۱ء اور ۱۸۵۳ء کے ایسا نیک اتفاق سفر کا ہوا.....'' ۱۳؎ جبکہ گارساں دتاسی کے بیان اور ڈاکٹر انور سدید کے مطابق ۱۸۵۰ء تا ۱۸۵۲ء تک کا عرصہ ہے۔

مقالہ نگار نے مذکورہ بالا بحث سے چند نکات اخذ کیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سفرنامہ منشی امین چند کا عرصہ سیاحت ۱۸۵۰ء تا ۱۸۵۴ء پر مشتمل ہے۔

۲۔ ۱۸۵۴ء میں منشی امین چند نے اُردو نثر میں سفرنامہ کا پہلا حصہ لکھا ہوگا جو پہلی بار سفرنامہ منشی امین چند پنجاب کے عنوان سے ۱۸۵۴ء میں دہلی سے چھپا۔ جس کا تذکرہ گارساں دتاسی نے ۴ دسمبر ۱۸۵۴ء کے خطبے میں کیا اور بعدازاں ۱۸۵۶ء پیرس میں اس پر تبصرہ بھی کیا۔

۳۔ ۱۸۵۴ء کے بعد منشی امین چند دوسرا حصہ لکھنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے جن شہروں سے ان کا گذر محال تھا ان کا احوال خط و کتابت کے ذریعے معلوم کیا ہوگا اور انہیں بھی اس سفرنامے میں شامل کر کے دوسرا حصہ تیار کیا۔

۴۔ سفرنامہ کا دوسرا ایڈیشن مع دوسرے حصہ (اس میں بعض اضلاع ممالک مغربی و اودھ، بنگال و کلکتہ وغیرہ کے حالات درج کیے گئے ہیں) کے ''سفرنامہ امین چند'' کے نام سے ۱۸۵۹ء میں مطبع کوہ نور لاہور اور پنجاب پریس ۱۴؎ لاہور سے بیک سال شائع ہوا ہے۔

۵۔ مختلف شہروں کے احوال لکھتے ہوئے حتی الامکان تحقیق و تفتیش کا جو دعویٰ کیا ہے وہ بھی کم و بیش درست نظر آتا ہے کیونکہ یہ سفرنامہ طلباء کے لئے لکھا گیا۔ اس کا دوسرا ثبوت یہ بھی ہے کہ نور احمد چشتی نے ''تحقیقات چشتی'' میں اس سفرنامے سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ۱۵؎

چونکہ منشی امین چند تاریخ کے آدمی نہیں تھے اس لیے تحقیق و تفتیش کے باوجود کچھ تاریخی غلطیاں بھی راہ پا گئی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہوگی کہ منشی امین چند نے مشاہدے، مطالعے اور خط و کتابت کے علاوہ شنید سے بھی کام لیا۔ ان غلطیوں، جن کی نشاندہی نور احمد چشتی نے ''تحقیقات چشتی'' میں کی ہے مثلاً منشی امین چند ''مسجد وزیر خان'' کی بابت لکھتے ہیں:

> ''عمارت اس مسجد کی اس شہر میں لاثانی ہے اور گو کہ عمارت اوسکی بہت پرانی ہے لیکن اگر اوسی دیکھو تو تازہ بتازہ نو بنو معلوم ہوتی ہے اور اس کا حال بعضی لوگ اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ بادشاہ دہلی نے وزیر علی خان کی اہتمام سے اس مسجد کو بنوایا تھا اور جب وہ تیار ہو چکے تو نام اس کا وزیر خانی مسجد مشہور ہوگیا۔ آخر جب بادشاہ نی سمجھا کہ میرا نام تو نہ ہوا۔ تب ایک اور مسجد سنہرے بنوائی وہ مسجد محلّہ رڑہ میں واقع ہے اور نام اُس کا بڑا نامی ہے۔'' ۱۶؎

چنانچہ نور احمد چشتی، منشی امین چند کے اس بیان کی تردید اور تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر لالہ صاحب ممدوح ذرہ بھی ادھر توجہ مبذول فرماتے تو ایسی غفلت واقع نہ ہوتی کیونکہ کتب تواریخ شاہان چغتائی بکثرت موجود ہیں اور ذرا سی کوشش سے معلوم ہوسکتا ہے کہ زمانہ نواب وزیر خان مرحوم اور نواب بھکاری خان بانی مسجد طلائی میں ایک سو اٹھارہ سال کا بُعد ہے اور سنہری مسجد نواب بھکاری خان بن روشنی الدولہ طرہ باز ہ خان نے مابین کشمیری وڈبی بازار تعمیر کرائی۔ وہ محلّہ رڑہ کا حوالہ دیتے ہیں۔'' [۱۷]

اس قسم کی تاریخی غلطیوں کے باوجود ''سفر نامہ امین چند'' معلوماتی نوعیت کا ہے۔ لوگوں کے رہن سہن، تہوار وتقریبات، تاریخ وجغرافیہ کے حوالے سے بہت سی نادر معلومات فراہم کی ہیں۔ مختلف عمارات کے تصویری نقشے مثلاً قطب صاحب کی لاٹ، جامع مسجد، تاج محل اور نقشہ درگاہ سلیم شاہ چشتی قدس سرہ کے علاوہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تصویر اور شبیہ گرونانک بھی اس سفرنامہ کی زینت بنی ہیں۔

منشی امین چند نے انبالہ، لدھیانہ، جالندھر، ضلع ہوشیار پور، ضلع کانگڑہ، کپورتھلہ، امرتسر، ضلع گورداسپور، لاہور، شیخوپورہ، قصبہ رام نگر، وزیر آباد، سیالکوٹ، شہر جموں، قصبہ اکنہور، گجرات، جہلم، قصبہ سنبھر، قصبہ رجورے، قصبہ سوپیاں، شاہ آباد، اسلام آباد، کشمیر، سری نگر، ڈل پائے آب، قصبہ بارہ مولا، مظفر آباد، ہزارہ، ضلع راولپنڈی، حسن ابدال عرف پنجہ صاحب، اٹک، پشاور، چکوال، کٹاس، پنڈ دادنخاں، ملتان، ڈیرہ جات، سندھ مقام مٹھن کوٹ، سکھر، تتہ نگر، کرانچے، کالی شہر، پونا، احمد نگر، قصبہ مالی گاؤں، اندور، اوجین، مالوہ، راجپوتانہ، چتور گڈہ، ضلع اجمیر، شہر پسکر جے، قصبہ دیگ، بھرت پور، فتح پور سیکری، اکبر آباد عرف آگرہ، شہر گوکل، متھرا، بندرابن، دہلی عرف شاہجہاں آباد تک کے شہروں پر کہیں تفصیلاً اور کہیں مختصراً ان کی تاریخ، جغرافیائی معلومات کے ساتھ وہاں کی مشہور اور یادگار عمارات کا احوال لکھا ہے۔ ان شہروں کی تہذیب وتمدن کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وہاں کے لوگوں کے مذہبی تصورات، تعلیمی اور معاشی حالات کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاریخی مقامات وعجائبات کے تذکرے کے ساتھ قدرتی مناظر کی بھی خوبصورت تصویرکشی کی گئی ہے۔ ملک کشمیر کی لطافت اور کیفیت کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہر طرف چمن زار اور عالم بہار دکھائی دیتا ہے ہزار وں جگہ تو پانی کے چشمے زمین کے نیچے اور پہاڑوں کے بلندی سے نکلتی ہیں۔ باغ اور باغیچہ اس قدر افراط سے ہیں کہ جدھر دیکھو ادھر ہی ایک گلزار نظر آتا ہے۔ میوہ جات، سیب اور ناشپاتی، انگور، اخروٹ وغیرہ نہایت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں کہ اُن کی کچی قدر وقیمت یہاں نہیں ہے اور جاڑی کی دنوں میں جب برف پڑتی ہے تو البتہ اس ملک میں سردے بہت سخت ہوتی ہے لیکن جب ہمارے ملک میں گرمی کا موسم ہوتا ہے تو اس ملک میں موسم بہار آتا ہے یعنی چیت کی مہینے سے لے کر کاتک کے مہینے تک بہت خوش موسم رہتا ہے۔ یہاں کی باشندے تذکرہ کرتے ہیں کہ موسم بہار میں جب نیا شگوفہ نکلتا ہے اور ہزاروں طرح کی پھول شگفتہ ہوتے ہیں تو اس وقت میں

یہ تمام سطح کشمیر کا ایک تختہ چمن بنجاتا ہی کہ کہیں سبزہ کی لہک اور کہیں پھولوں کی مہک مردہ تنوں میں جان ڈالتی ہے اور پانی کی نہروں سے دل لہراتا ہے اور سبزہ کی بہارسی دل بہر جاتا ہی اسی باعث سے اس کو کشمیر جنت نظیر کہا جاتا ہے۔'' ۱۸

''سفر نامہ امین چند'' میں شہروں کے حالات، تہذیب وتمدن، تاریخی عمارات، پہاڑی مقامات، باغات، مذہبی عبادت گاہوں، مسلمانوں کے متبرک، مقدس مقامات، گرجا گھروں کا حال، ہندوستان کی مشہور ومعروف شخصیات کا ذکر اس طور پر کیا ہے کہ وہ لوگ جو ہندوستان کے ان شہروں کے بارے میں واقفیت نہیں رکھتے تھے ان کے لیے یہ سفر نامہ بنیادی معلومات کا حصول بن گیا۔ یہ اس سفر نامے کی اہمیت ہی ہے کہ مولوی نور احمد چشتی نے ''تحقیقات چشتی'' کے لیے امین چند کے سفر نامہ سے استفادہ کیا ہے۔ نیز خطبات گارساں دتاسی سے معلوم ہوتا ہے کہ منشی راجہ رام نے اپنی کتاب ''مجموعہ الفوائد'' کے لیے بیشتر معلومات اسی سفر نامہ سے اخذ کیں دتاسی ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء کے خطبہ میں لکھتا ہے:

''مجموعہ الفوائد'' مصنفہ منشی راجہ رام نے لکھی جو ہندوستانی مدارس کے لیے لکھی گئی ہے اور اس میں قسم قسم کی مفید معلومات مصنف نے جمع کر دی ہیں۔ اس میں اوّلاً اکبر آباد (آگرہ) اور اسی صوبے کے بعض حالات دوسرے شہروں کا ذکر ہے نیز کشمیر اور لاہور کا۔ یہ سب حالات امین چند کے سفر نامے سے ماخوذ ہیں۔'' ۱۹

منشی امین چند کے مشاہدے اور مطالعے کی گہرائی نے شہروں، قصبوں اور دیہات وغیرہ کی متحرک تصاویر بنا دی ہیں۔ ''قصبہ دیگ'' کا حال اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''اس شہر کی چاروں طرف پختہ شہر پناہ قلعہ کی شکل پر مبنی ہے اور اس کی گرد میں چھوٹی چھوٹی برج بنی ہوئی ہیں اور شہر کے درمیان پرانے مکانات اکثر جگہ دیکھی جاتی ہیں کہ بی مرمتی کے باعث سی اوجاڑ ہوگئی ہیں الا ایک مکان مجھی بہون قابل دیکھنی کی ہے واضح ہووی کہ اس مکان میں ایک بڑا وسیع صحن ہی جس کی درمیان میں چمن لگا ہوا ہے اور تین طرف اس صحن کی دالان در دالان اور نشست گاہیں بنی رہی ہیں اور چوتھی طرف کیسو بہتون کا دالان ہی اس مکان میں تین سو پچاس فوارہ درجہ بدرجہ لگی ہوئی اور یہ نام مکان سنگِ مرمر اور سنگِ سرخ اور سنگِ موسی وسنگِ زرد وسنگِ ابرے سی بنی ہیں اور اُن کی عمارت میں ایسی عمدہ رنگارنگ کی نقش ونگار اور تصاویریات اور طرح طرح کی جالییں بنا دی ہوئی ہیں کہ اُن کو دیکھ کر چکا چوندی کھاتی ہی اس جگہ سات دالان بنام بہون کی مشہور ہیں۔'' ۲۰

''سفر نامہ امین چند'' تاریخ نویسی اور سفر نامہ کا بہترین امتزاج ہے۔ جس نے اسے تاریخ کا درجہ بھی دے دیا ہے۔ سفر نامہ میں امین چند نے سیاح کی حیثیت سے تاریخ کے ساتھ تاریخی واقعہ، جغرافیائی حالت، وہاں کی آب و ہوا، پیداوار، قدرتی مناظر، دریا، پہاڑ اور جنگل وغیرہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اسی کے ساتھ لوگوں کی اقتصادی حالت کو

بھی بیان کیا ہے کہ وہاں کے لوگوں کا پیشہ کیا ہے؟ کیا کیا چیزیں وہاں بنائی جاتی ہیں یعنی صنعتی لحاظ سے شہروں کی حیثیت کے علاوہ عوام کے ذہنی رجحان کو بھی اپنی نظر میں رکھا ہے کہ آیا وہ صرف کاشتکاری کو فروغ دینا چاہتے ہیں یا تجارت کو یا پھر صنعت کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔کم وبیش سفرنامہ میں ان تمام عوامل پر روشنی ڈالی ہے۔یہی خوبی اسے تاریخ نویسی سے جوڑ دیتی ہے۔اس کے علاوہ ایک اور نثری صنف خاکہ نگاری کے نقوش کی جھلک بھی سفرنامے میں دکھائی دیتی ہے مثلاً منشی امین چند نے مہاراجا رنجیت سنگھ کی شخصیت اور خدوخال کا بھرپور نقشہ کھینچا ہے۔

سفرنامہ امین چند کا اسلوب بیان بھی سلیس، بامحاورہ اور عام فہم ہے۔قدیم اسلوب میں لفظوں کو ملا کر لکھنے کا رجحان تھا یہ خوبی اس سفرنامہ کے طرز بیان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔اس کے باوجود کہ بیشتر لفظوں کو ملا کر لکھا گیا ہے لیکن پڑھتے ہوئے کہیں بھی دشواری پیش نہیں آتی اگرچہ جملے طویل ہیں۔حرف عطف ''اور'' کی کثرت اور تکرار سے جملے جوڑتے چلے جاتے ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ اس سے اسلوب کی روانی اور سادگی پر فرق نہیں پڑتا۔رموز اوقاف میں سے صرف ختمہ کا استعمال کیا گیا ہے اور اس کے لیے چار نقطوں کی علامت (::) استعمال کی ہے۔پھر یائے مجہول (ے) کی جگہ یائے معروف (ی) کا بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔اسی طرح ہائے دوچشمی (ھ) کو ہائے ہوز (چھوٹی ہ) کے ساتھ لکھا گیا ہے۔بعض الفاظ کی املا بھی مختلف ہے مثلاً تیار کو ''طیار'' لکھتے ہیں جبکہ بعض جگہ پر ''کرکے'' کی بجائے ''کرکر'' کا استعمال عبارت میں سقم پیدا کرتا ہے۔''مخفی نہ رہے'' کے الفاظ کچھ جگہوں پر ایسے استعمال کیے ہیں جیسے طلباء کو سمجھانے اور باور کرانے کے لیے ہی یہ انداز اختیار کیا گیا ہو۔غرض ''سفرنامہ امین چند'' کے اسلوب کی صورت میں لاہور کی اُردو نثر کے قدیم اسلوب کا نمونہ ہمارے سامنے آتا ہے جو انیسویں صدی کے اہم نثری آثار میں سے ایک ہے۔قصبوں اور شہروں کا احوال بیان کرتے ہوئے ان سے متعلق مفید معلومات باور کرانے کے لیے عام فہم اور رواں اسلوب کا نمونہ عبارت ملاحظہ ہو جس میں ''قصبہ پان پور'' میں زعفران کی پیدائش کا حال بیان کرتے ہیں:

> ''تمام ملک کشمیر میں فقط اسے گانو مین زعفران پیدا ہوتی ہے اور جب کاشت کی جاتی ہے تو اس میں ندی کا پانی نہیں دیتے صرف بارش پر رکہتی ہیں ماہ کنوار یا کاتک میں اوسکی کونپل زمین سے باہر نکلکر اوسی مہینی میں پہول آجاتا ہے۔رنگ اُس پہول کا اودنا فرمانی سا ہوتا ہی اور وہ ہی زعفران کہلاتا ہے اور جس وقت یہ طیار ہوتا ہے تو حاکم وقت بذات خود یہاں آکر اور پوجا کروا کر اوّل اپنی ہاتہہ سے ایک پہول توڑتا ہے تب بعد اوسکی زمیندار لوگ ہاتہہ لگاتی ہیں اور اوسکی کل پیداوار میں سے نصف حق رعایا اور نصف سرکار کا ہے مگر اب مہاراجہ صاحب نصف سے زیادہ لیتی ہیں اور قیمت زعفران اکثر بیس روپیہ سیر ہوتی ہے آمدنی پیداوار اس جنس کی زیادہ چالیس پچاس ہزار روپیہ سے سالانہ ہے۔''[۲۱]

حواشی:

۱۔ گارساں دتاسی کے خطبہ۲ دسمبر۱۸۵۵ءاور مقالہ''ہندوستانی زبان و ادب۱۸۷۳ء سے امین چند کی علمی و سماجی سرگرمیوں کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کتب کی اشاعت میں بھی دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ یوسف علی خان کا سفرنامہ یورپ اور''فرماں روائے اندرو کی سیاحت'' جیسے سفرناموں کے شائع کرنے والے امین چند ہی تھے۔ نیز۱۸۷۳ء میں انہی کی مساعی سے اجمیر (راجپوتانہ) میں ایک انجمن''رفاہ عام'' قائم کی گئی جس کا انگریزی نام''سوشل ایسوسی ایشن'' تھا۔

۲۔ سلطان محمود حسین، ڈاکٹر، سید،''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، دسمبر۱۹۸۷ء، ص: ۲۶۵

۳۔ انور سدید، ڈاکٹر،''اُردو ادب میں سفرنامہ''، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، سن ندارد، ص:۵۵۳

۴۔ سلطان محمود حسین، ڈاکٹر، سید،''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، دسمبر۱۹۸۷ء، ص:۲۹

۵۔ عبدالوحید، خواجہ: (مرتب)،''جائزہ زبان اُردو''، (پنجاب)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اوّل ۲۰۰۵ء، ص:۱۰۹

نوٹ: ڈاکٹر انور سدید''اُردو ادب میں سفرنامہ'' (ص: ۷۳۶) اور ڈاکٹر قدسیہ قریشی''اُردو سفرنامہ انیسویں صدی میں'' (ص:۱۲۰) میں بھی مطبع کو وہ نور۱۸۵۹ء ہی کا حوالہ ملتا ہے۔

۶۔ ''جائزہ زبان اُردو'' پنجاب (ص:۱۰۹) نور احمد چشتی''تحقیقات چشتی'' (ص:۶۹۱)، ڈاکٹر قدسیہ قریشی، ''اُردو سفرنامہ انیسویں صدی میں'' (ص:۱۲۰)، ڈاکٹر ممتاز گوہر''پنجاب میں اُردو ادب کا ارتقا'' (ص: ۸۳) میں اسے''سفرنامہ امین چند'' ہی کے عنوان سے یاد کرتے ہیں جبکہ ڈاکٹر انور سدید''اُردو ادب میں سفرنامہ'' (ص:۵۵۳) میں اس کا نام''سفرنامہ منشی امین چند'' لکھتے ہیں۔

۷۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی بیگم ڈاکٹر ممتاز گوہر نے''پنجاب میں اُردو ادب کا ارتقا'' میں جو حوالہ دیا ہے وہ بھی ۱۸۵۹ء مطبوعہ پنجاب پریس لاہور کا ہے نہ کہ ۱۸۵۰ء کا۔ ملاحظہ ہو۔ ص:۱۰۳

۸۔ ممتاز گوہر، ڈاکٹر،''پنجاب میں اُردو ادب کا ارتقا''، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۷ء، ص: ۸۳۔۸۴

۹۔ سلطان محمود حسین، ڈاکٹر، سید،''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، دسمبر۱۹۸۷ء، ص: ۲۶۵

۱۰۔ گارساں دتاسی،''خطبات گارساں دتاسی'' (حصہ اوّل)، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، اشاعت ثانی ۱۹۷۹ء، ص:۱۸۶

۱۱۔ سلطان محمود حسین، ڈاکٹر، سید، ''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، دسمبر ۱۹۸۷ء، ص: ۲۹

۱۲۔ قدسیہ قریشی، ڈاکٹر، ''اُردو سفرنامہ انیسویں صدی میں''، لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۲۰

۱۳۔ ممتاز گوہر، ڈاکٹر، ''پنجاب میں اُردو ادب کا ارتقا''، ص: ۸۳

۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۰۳

۱۵۔ اس کے لیے ملاحظہ ہوں ''تحقیقات چشتی'' کے صفحات ۶۹۱۔۷۶۹

۱۶۔ امین چند، ''سفرنامہ پنجاب''، ص: ۷۳۔۷۴

۱۷۔ نور احمد چشتی، مولوی، ''تحقیقات چشتی''، لاہور: الفیصل، مئی ۱۹۹۳ء، ص: ۷۶۹

۱۸۔ امین چند، ''سفرنامہ پنجاب''، ص: ۱۲۱۔۱۲۲

۱۹۔ گارساں دتاسی، ''خطبات گارساں دتاسی'' (حصہ دوم)، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، اشاعت ثانی ۱۹۷۴ء، ص: ۳۶۔۳۷

۲۰۔ امین چند، ''سفرنامہ پنجاب''، ہوشیار پور پنجاب، ن۔ن، ۱۸۵۰ء، ص: ۲۷۵

۲۱۔ ایضاً، ص: ۱۱۷۔۱۱۸

II